جواب حاضر ہے۔۔۔(2)

مستقبل

فرخ سہیل گوئندی

04-06-2013

راقم کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ جب میں پی پی پی کا ایک رکن تھا تو ہم نے پارٹی کے اندر بھی امریکی مداخلت کے خلاف آواز بلند کی، جس کا درست ذکر جناب عطاالرحمن نے 10 اپریل 1986ء کو محترمہ بینظیر بھٹو کی وطن واپسی پر امریکی پرچم جلانے کے حوالے سے کیا ہے۔ مجھے اس پر آج بھی فخر ہے کہ ہم نے ملک کے اندر اور پارٹی میں امریکی سامراج کی مداخلت کے خلاف مزاحمت کی اور پھر اس کے نتیجے میں راقم کو بار بار لوہے کے سریوں سے تشدد کا نشانہ بنایا گیا اور فاروق لغاری کے پے رول پر اس کے کارندوں نے راقم کو حملہ کرتے ہوئے کہا، ''اور کرو نعرہ بلند امریکہ کے خلاف۔'' اخبارات نے ان خبروں کو شائع بھی کیا کہ ڈکٹیٹر جنرل ضیا کے خلاف مزاحمت کرتے ہوئے جسم پر ریاست کی گولیوں کے نشانات کے ساتھ ساتھ پارٹی میں امریکی مداخلت کے خلاف آواز بلند کرنے والے فرخ سہیل گوئندی کو لہولہان کر دیا گیا اور پھر بعد میں یہ بھی طے کیا گیا (جولائی 1987ء میں) کہ جب محترمہ بینظیر بھٹو، لاہور جلوس کی شکل میں آئیں تو راقم کی سانس کو مجمع میں بند کر کے اس آواز کو ہمیشہ کے لیے ختم کر دیا جائے۔ راقم، پارٹی کے ان لوگوں میں شامل ہے جنہوں نے 1988ء میں پی پی پی کی حکومت میں الاٹ کیے گئے پلاٹ لینے سے انکار کیا اور اٹھائیس سال کی عمر میں PNCA میں اعلیٰ گریڈ کی نوکری لینے سے بھی انکار کیا اور موقف اختیار کیا کہ ہم سیاسی لوگ ہیں، سیاسی جدوجہد پر یقین رکھتے ہیں۔ محترمہ بےنظیر بھٹو شہید ایک فراخ دل رہنما تھیں۔ ان کے دوسرے دورِ حکومت میں، 1994ء کے سال میں راقم کو استنبول میں پاکستان کا قونصل جنرل نامزد کیا گیا۔ راقم نے اسے بھی اس لیے مسترد کر دیا کہ ہم سیاسی جدوجہد پر یقین رکھتے ہیں اس کے مادی صلے پر نہیں، اور جب ہار یا تھک جائیں گے تو جماعت کی سطح پر سیاسی جدوجہد چھوڑ دیں گے۔ ہمارے ہاں لوگ تو کالم نگاریوں پر سفارت کاریاں لیتے ہیں۔ راقم نے ایک طویل عرصے تک ملک میں اور پارٹی کے اندر جمہوریت کی جدوجہد کی جس کے گواہ آپ بھی ہیں۔

اس کے بعد مرتضیٰ بھٹو کے قتل پر پی پی پی سے استعفیٰ دے دیا اور ایک سال تک اپنا ایک گروپ پاکستان پیپلز پارٹی (زیڈ اے بی) بنائے رکھا جس میں ڈاکٹر غلام حسین، ممتاز احمد کاہلوں، ڈاکٹر انور سجاد، حفیظ قریشی ایڈووکیٹ اور دیگر شامل تھے۔ بعد میں 1998ء میں غنویٰ بھٹو کی پارٹی، پاکستان پیپلز پارٹی (شہید بھٹو) میں شامل ہوگئے۔ جب جنرل پرویز مشرف نے 2002ء کے انتخابات کروائے تو پی پی پی (شہید بھٹو) کو اس اتحاد میں شامل کرنے کی حکومتی درخواست کی گئی جس میں عمران خان کی پاکستان تحریک انصاف، فاروق لغاری کی ملت پارٹی، ڈاکٹر طاہر القادری کی پاکستان عوامی تحریک، آفتاب شیر پاؤ کی پی پی پی (شیر پاؤ) شامل تھیں اور اس ''جرنیلی درخواست'' میں پی پی پی (شہید بھٹو) کو سب سے زیادہ ''کوٹہ عنایت'' کرنے کا وعدہ ہوا۔ ایک سینٹ کی سیٹ، چار/ پانچ قومی اسمبلی کی نشستیں اور درجن بھر صوبائی اسمبلیوں کی نشستیں، مزید یہ کہ حکومت میں وزارت۔ اس میں راقم کا نام سرفہرست تھا، لیکن راقم اور پارٹی کے دیگر عہدے داروں نے اس

"جرنیلی دعوت" کو مسترد کیا اور اقتدار سے دُور رہنے کا فیصلہ کیا۔ بعد میں جب پارٹی چیئرپرسن غنویٰ بھٹو کی صاحب زادی فاطمہ بھٹو مقبول ہونا شروع ہوئیں تو میڈیا پر بھی یہ راز کھلا کہ فاطمہ بھٹو "ذہین" ہیں۔ مجھے چیئرپرسن غنویٰ بھٹو نے ایک سوال کے جواب کے لیے کہا کہ فاطمہ آپ سے اس کی Clarification چاہتی ہیں۔ اس جواب طلبی کے جاگیردارانہ رویے کے نتیجے میں راقم نے پارٹی کی سینٹرل کمیٹی کے اجلاس میں پانچ صفحات پر مبنی استعفیٰ پیش کر دیا جو 29 اور 30 نومبر 2006ء کے روزنامہ جنگ میں جناب نذیر ناجی کے کالم میں بعنوان "ہم جو تاریک راہوں میں مارے گئے" شائع ہوا۔ یوں درمیانے طبقے کے ایک سیاسی کارکن کے سفر کا ایک مرحلہ طے ہوا، لیکن اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ زندگی کے پرائم ماہ و سال عوامی حقوق کی جدوجہد میں صرف کرنے پر فخر ہوا۔

یہ دل دکھانے والی بات ہے لیکن حقیقت یہی ہے کہ سفید کالر کے اس سیاسی کارکن پر دیگر بوجھ کے علاوہ، سیاسی جدوجہد کے باعث قرضوں کا جو بوجھ تھا، اب وہ سہا نہیں جا رہا تھا اور قرض خواہوں کے ہاتھ گریبانوں تک آ پہنچے تھے۔ جو سر کبھی آمروں کے سامنے نہ جھکا، اب ندامت کے سبب بوجھل ہو رہا تھا۔ عطاالرحمن صاحب! اگر راقم کے باپ کی لوہے کی ملیں ہوتیں تو یقیناً ہم بھی چکن کے کاروبار کی ایمپائر کھڑی کر کے جمہوریت کے دعوے دار بن جاتے یا ہماری بھی لاڑکانہ میں جاگیریں ہوتیں تو ہم بھی "جمہوریت بہترین انتقام ہے" کا فلسفہ پیش کرتے۔ لیکن سفید پوشی کے بھرم میں رہنے والے میرے جیسے درمیانے طبقے کے کچھ سیاسی کارکنوں نے حکمران طبقات کے سائے میں رہ کر اپنا آپ مٹا دیا۔ کچھ کسمپرسی میں مارے گئے، کچھ گمنامی میں چلے گئے اور میرے جیسے ناتواں چند ایک سیاسی کارکن جن کے پاس قلم اور حروف کی دولت تھی، انہوں نے خاندانوں کی "جمہوری جدوجہدوں" سے نکل کر قافلہ علم و قلم میں کردار ادا کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ الیکٹرانک میڈیا کے اس Emerging دَور میں جب کمپوروڈور (گماشتہ) سرمایہ دار کے ایک میڈیا ہاؤس کے باہر ہر شام دیے جلائے جاتے تھے کہ وہ پاکستان میں "حق کی آواز" بلند کرنے میں پیش پیش ہے، انہی دنوں راقم نے فیصلہ کیا کہ کارپوریٹ میڈیا کے ان گماشتہ میڈیا ہاؤسز میں نوکری کی بجائے ریاست کے ادارے میں نوکری کی جائے۔ جیسے مرزا ابراہیم جیسا مزدور رہنما ریلوے میں ملازمت کر کے محنت کشوں کے حقوق کی جدوجہد میں رہنمائی کرتا رہا، ویسے ہی ریاست کی نوکری عالمی سرمایہ داری کے گماشتہ اداروں سے بہتر ہے اور یہ بھی حقیقت ہے کہ ریاستی چینل Populist Jounalism نہیں ہے۔ یوں راقم نے پاکستان ٹیلی ویژن میں نوکری کر لی۔ رزقِ حلال کمانا ہر شہری کا بنیادی حق ہے سو میں نے اپنا یہی حق آزمایا۔

میرے نہایت محترم عطاالرحمن صاحب! ثابت کریں کہ اس دوران میں نے کبھی جنرل پرویز مشرف کی مدح سرائی کی ہو۔ آپ کی اطلاع کے لیے عرض کرتا چلوں کہ میں اگست 2007ء میں پی ٹی وی کے کرنٹ افیئرز کے شعبے سے منسلک ہوا اور 27 دسمبر 2007ء تک مجھے "گراؤنڈ" رکھا گیا۔ جس روز محترمہ بے نظیر بھٹو شہید ہوئیں، راقم نے پی ٹی وی پر مسلسل تیس گھنٹے پروگرامز کیے۔ اور بعد میں جب پاکستان پیپلز پارٹی پارلیمنٹیرین کی حکومت بنی تو راقم نے کسی اضافی تنخواہ یا مراعات کی خواہش کی نہ ہی ایسی کوئی کوشش بلکہ پچھلے دو برسوں سے راقم کو اپنے پروگرامز میں ہر نقطۂ نظر کے لوگوں کو دعوت دینے کی پاداش میں مکمل "گراؤنڈ" کر دیا گیا۔ راقم کو پی ٹی وی کی انتظامیہ نے نہیں بلکہ حکمرانی کے ایوانوں کے "کارندوں" نے "گراؤنڈ" کروایا۔ پی ٹی وی میں ملازمت میں نے پیشہ وارانہ انداز میں کی اور اسی لیے مجھے چارٹر آف ڈیموکریسی کرنے والوں نے ممنوع قرار دے دیا کہ یہ شخص اپنے پروگرام میں تمام نقطۂ نظر کے لوگوں کو مدعو کرتا ہے۔ اس دوران راقم کو کسی "دربار" میں دیکھا گیا ہو تو اس کی سزا آپ تجویز کریں۔ چوں کہ "حکمرانی کے خاندانوں" کو علم ہے کہ راقم خاندانوں کی بجائے عوام پر یقین رکھتا ہے، اس لیے راقم "اُن کا آدمی" نہیں ہے۔ پی ٹی وی میں "اُن کے آدمیوں" نے کیا کیا گل کھلائے اور پرویز مشرف کی باقیات "اُن کے آدمیوں" میں ڈھل گئی اور اگر میاں نواز شریف کی حکومت آئی تو یہی "بدلتے آدمی"، "میاں صاحبان کے بندے" قرار دیئے جائیں گے اور یہ وہی لوگ ہیں جو پیشہ وارانہ صلاحیتوں سے نہیں بلکہ اپنی "کاریگری" کے سبب ہمیشہ آگے ہی رہتے ہیں۔

جناب عطاالرحمن صاحب! اگر راقم نے اپنے کالموں میں کسی پارٹی پر یا اشخاص کے سیاسی موقف کا تجزیہ کیا ہے تو اسے تجزیہ ہی تصور

کیا جائے گا، خواہش نہیں۔ اگر راقم نے ڈاکٹر طاہر القادری کی آمد سے بہت پہلے یہ تجزیہ پیش کیا کہ وہ لاہور میں بڑا جلسہ کریں گے تو یہ میرے علم کے مطابق تھا، یہ کوئی خواہش نہیں تھی بلکہ تجزیہ تھا جو درست ثابت ہوا۔ برادرم عطاالرحمن صاحب! آپ نے اپنے اس کالم میں لکھا ہے کہ ''ردِعمل میں تند و تیز کالم موصول ہوا ہے، جو کل ہفتہ کی صبح من و عن شائع ہو جائے گا۔'' یہ درست ہے کہ آپ نے بغیر کسی حرف کو کاٹے اسے شائع کیا، لیکن یہ آپ نے راقم پر احسان نہیں کیا بلکہ یہ آپ کا فرض ہے کہ آپ بحیثیت ایڈیٹر تمام کالموں اور مضامین کو من و عن شائع کریں۔ یہ علیحدہ بات ہے کہ راقم کے اس کالم پر آپ نے یہ Assume کر لیا کہ آپ ہی ''جنگجو صفت تجزیہ نگار'' ہیں۔ ہاں، آپ کو یہ حق حاصل ہے کہ آپ میرے سمیت کسی بھی تجزیے اور نقطہ نظر سے سو فیصد اختلاف کریں لیکن یہ آپ کو حق نہیں کہ آپ میرے رزقِ حلال کے عمل کو طعنہ دیں۔ یہ سراسر صحافتی آداب کے منافی ہے اور آپ جیسی پُروقار اور شفاف شخصیت کے معیار کی بات نہیں۔ باتیں تو بہت ہیں، آخر میں صرف اتنا عرض ہے کہ آپ جمہوریت کے لیے صرف قلم کا استعمال کرتے رہے ہیں جب کہ میں ان لوگوں میں شامل ہوں جن کے بدن پر آمروں کی گولیوں کے نشانات ہیں۔ میرا جمہوریت پر یقین شاید آپ سے زیادہ مستحکم اور عاشقانہ ہے، اسی لیے میں جمہوریت کو کسی ایک شخص کی حکمرانی میں تلاش نہیں کرتا بلکہ میں جمہوریت کو تمام جمہور کی حکمرانی میں تلاش کرتا ہوں۔ آپ کی میاں نواز شریف سے قربت ہے اور یہ ایک اچھی بات ہے لیکن جمہوریت کو صرف میاں برادران کے چہروں میں ہی تلاش نہ کریں، جمہوریت Diversity کا نام ہے اور اگر کبھی ممکن ہو تو جماعتوں کے اندر قائم آمریتوں کے خلاف بھی اپنے قلم کو کام میں لائیں۔ اگر آپ کا قلم میرے پیشے کا ذکر کر سکتا ہے تو کبھی جمہوریت کے خاندانوں کے کاروبار کی تفصیلات کے لیے بھی اپنے قلم کو حرکت میں لائیں اور ہاں اگر آپ کو میرے تجزیے اور نقطۂ نظر کو سو فیصد مسترد کرنے کا حق ہے تو مجھے بھی آپ کے نقطہ نظر یا تجزیے سے اختلاف کا مکمل حق ہے۔ لیکن ان تمام نکات، سوالات اور اس کے جوابات کے باوجود آپ میرے لیے بہت پیاری ہستی ہیں۔ آپ سے دوستی پر مجھے ناز ہے۔

(ختم شد)